حسن الامیر فی الوعظ والتذکیر

یعنی

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ
کے علماء وطلبہ اور عوام الناس کیلئے ارشاد فرمائے گئے نصیحت آموز و ایمان افروز

ملفوظات

مرتب

مولانا محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ناشر

برکات بکڈپو
Barakaath
Book Depot

17-1-391/2/M/1, Khaja Bagh, Saidabad, Hyderabad - 500059 A.P.

باسمہ تعالیٰ

حسن الامیر فی الوعظ والتذکیر

یعنی

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ العالی

(خلیفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ)

کے علماء وطلباء اور عوام الناس کے لئے ارشاد فرمائے گئے

نصیحت آموز وایمان افروز

ملفوظات

مرتب

محمد عبدالقوی

ناشر

برکات بکڈپو خواجہ باغ حیدرآباد

باسمہ اللہ تعالیٰ

تفصیلات

۱۔ نام کتاب: حسن الامیر فی الوعظ والتذکیر

۲۔ ملفوظات: حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ

۳۔ مرتب: محمد عبدالقوی غفرلہ

۴۔ صفحات: ۵۲

۵۔ قیمت: RS/20

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ فیض ابرار اکبر باغ حیدر آباد

۲۔ شاہ معظم بکڈ پو نزد مسجد معظم شہید بی بلاک امین کالونی حیدر آباد

۳۔ ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان چار مینار حیدر آباد

۴۔ دکن ٹریڈرس مغل پورہ حیدر آباد

باسمہ تعالیٰ

تاثرات

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب مدظلہ العالی

استاذی و مربی و مشفقی حضرت اقدس مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ العالی کی شفقتیں اور عنایتیں حضرت والد صاحب بزرگوار کی نسبت سے ہمارے خانوادے پر زمانہ قدیم ہی سے جاری و ساری ہیں، اس ناکارہ کی بچپن سے اب تک اور حضرت قاری صاحب مدظلہ کی جوانی سے اس پیرانہ سالی تک بار بار ملاقات ہوتی رہی اور استفادہ کے مواقع ملتے رہے، ہر بار شفقت و عنایت اور نہایت ہی خلوص و محبت سے نوازتے رہے۔ احقر کی تعلیم میں بھی حضرت قاری صاحب مدظلہ کی شفقتوں اور عنایتوں کا بڑا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب مدظلہ کو صفات قدسیہ اور اخلاق عالیہ سے اس طرح نوازا ہے کہ نہایت سادگی اور بے پناہ تواضع و عاجزی کے باوجود ہر چھوٹے بڑے کے محبوب و مقبول ہیں۔ بندگان خدا کی اصلاح بالخصوص خواتین کی فکر اس طرح دامن گیر اور غالب ہے کہ ہر مجلس ہر محفل اور ہر دعوت میں کچھ نہ کچھ نصیحت ضرور کر ہی دیتے ہیں۔ اخلاص وللہیت، بے غرضی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے محبت و تعلق اس قدر ہے کہ جب کچھ موقعہ ملا نصیحت کا کوئی کلمہ ضرور ارشاد فرمایا کرتے ہیں، بہت سی باتیں برسہا برس سے سنا رہے ہیں مگر ہر بار اس میں عجیب تاثیر محسوس ہوتی ہے، انہی نصیحتوں کا مجموعہ یہ رسالہ بھی ہے جس کو برادر عزیز مولوی حافظ محمد عبدالقوی سلمہ اللہ وحفظہ اللہ نے اپنے محفوظات اور یادداشت سے اسطرح مرتب کیا ہے کہ حضرت کے الفاظ حتی المقدور تبدیل نہ ہونے پائیں۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا اور نہایت مؤثر و نافع پایا، اپنی مجلسوں اور گھروں میں بار بار اس مجموعہ کی تعلیم سے دینی نفع و فائدہ کی قوی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور نفع تام کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

محمد عبدالمغنی مظاہری

۱۴۲۸/۵/۲۶ھ

باسم اللہ تعالیٰ

تقدیم

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ العالی اس دور قحط الرجال میں حق تعالیٰ شانہ کی ایک عظیم نعمت اور قابل قدر غنیمت ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کی ذات کے اندر فضائل وشمائل پوری فیاضی کے ساتھ ودیعت فرمائی ہیں۔ راقم کو.............. اپنے والد ماجد مدظلہ اور بزرگان خاندان کے استاذ ومربی ہونیکی حیثیت سے...... بچپن ہی سے آپ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہے، آپ کی بزرگی، تقویٰ وپرہیزگاری، اتباع سنت اور استقامت علی الشریعت کے احوال واقوال اس وقت سے کانوں میں پڑے اور علم میں آئے جس وقت میں ان الفاظ کے ظاہری مفہوم تک بھی نابلد تھا.......... حقیقتوں سے تو خیر! اپنی شامت اعمال سے اب تک بھی نا آشنا ہوں،.............. اسی وقت سے ان سے عقیدت ومحبت بحمدہ تعالیٰ قلب کے اندر موجود ہے۔ پھر جب اللہ پاک نے تکمیل حفظ کی سعادت سے محض اپنے کرم سے سرفراز فرمایا تو اپنے خانوادہ کی روایت کے مطابق مخدومی ومعظمی مرشدی محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ؒ کی خدمت عالی میں ''مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی'' بھیج دیا گیا تو حضرت قاری صاحب مدظلہ کی ذاتِ بابرکات سے استفادۂ علمی واخلاقی کا قریب سے خوب موقع ملا، ہردوئی میں پڑھا ہوا کوئی طالبعلم ایسا نہ ہوگا......... خواہ وہ کتنا ہی قلیل عرصہ وہاں رہا ہو.............. جو حضرت قاری صاحب مدظلہ کے تعلیمی وتربیتی احسانات سے محروم رہا ہو، یا وہ اس کا انکار کرسکے۔

ہر وقت نگرانی، پکڑ دھکڑ، افہام وتفہیم اور طالب علم کے ایک ایک لمحہ کو استعمال کرنے اور کام میں لگانے کی فکر، اور ساتھ ہی ساتھ وعظ ونصیحت اور اصلاح اخلاق کی جدوجہد اور رہبری حضرت کی ایک امتیازی شان ہے۔ آہ! پڑھاتے کیا ''گھول کر پلا دیتے ہیں''۔ یہی حال آپ کے شاگردوں کے علاوہ مریدین اور دوسرے اہل تعلق کے ساتھ بھی ہے، سارے جہاں کے بکھیڑوں سے بے نیاز اور ماسوا اللہ کے تعلق سے آزاد! ہر وقت ایک ہی دھن، ہر لمحہ ایک ہی فکر، کبھی کتاب سنا رہے ہیں، تو کبھی وعظ فرما رہے ہیں۔ کسی کو شفقت آمیز تنبیہ کی جارہی ہے تو کسی کو حوصلہ افزا تسلی دی جارہی ہے، کسی اہل تعلق کا تو کیا کہنا عام سے عام مسلمان کی نصح وخیرخواہی میں بھی وہ حق واجب کی طرح لگے رہتے ہیں۔

ان کا وعظ عبرت انگیز، نصیحت سبق آموز، تنبیہ چشم کشا، مجلسیں دلچسپ وعلم افزاء، سراپا جذب وکشش سے بھرپور اور ایک ایک ادا شان محبوبیت سے معمور ہے۔

یہ مواعظ راقم نے آندھراپردیش کے ایک مشہور اور وسیع شہر کرنول کے سفر میں حضرت کیساتھ رفاقت کے شرف کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مرتب کرلئے تھے۔ اور ماہنامہ ''اشرف العلوم'' میں بالاقساط شائع بھی ہوگئے تھے۔ ان کی افادیت ونافعیت کے مدنظر میرے مخلص دوست محترم مولانا مفتی سہیل احمد صاحب زیدمجدہ ناظم مدرسہ رفیق العلوم آمبور کے اصرار وخواہش پر مستقلاً شائع کئے جارہے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک عالم وعارف کے یہ عبرت خیز ونصیحت آموز مواعظ ہم سب کے حق میں باعثِ رشد وہدایت بنادے۔ اور حضرت موصوف مدظلہم کا سایہ عاطفت امت مسلمہ پر صحت وسلامتی کے ساتھ دراز تر فرمائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد عبدالقوی غفرلہ

باسمہ تعالیٰ

نماز اور صحت کی حفاظت

۱۰ر صفر المظفر ۱۴۱۳ھ بعد نماز عصر بمقام مسجد حضور محلہ مٹ کرنول

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صدق الله العظيم

میرے دوستو بزرگو! عزیز بھائیو!

دین کی باتوں میں کشش ہے، اثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ دین کی باتیں سننے سے آدمی کی نیت یہ ہو کہ میں بہت کمزور و ناقص ہوں۔ اب جو باتیں میرے سامنے آئیں گی ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لونگا اور جو خامیاں اور کوتاہیاں میرے اندر ہیں انھیں دور کرنے کی اور ان کی اصلاح کی کوشش کروں گا۔ اگر اس نیت سے سنے تو کوئی وجہ نہیں کہ دین کی بات کا اثر نہ ہو۔ ضرور اثر ہوتا ہے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کا دین کمزور ہے اور ہم اس کمزوری کو دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے محتاج ہیں۔

(اسکے بعد ارشاد فرمایا) میں نے خطبہ مسنونہ میں ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے۔ جس کا ترجمہ ہے، مسلمانو! اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً درمیانی نماز کی، درمیانی نماز سے علماء نے عصر کی نماز مراد لی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ چونکہ یہ وقت ہر شخص کی مشغولیت کا ہے۔ چاہے وہ کسی لائن کا آدمی ہو۔ اس لئے اس کے چھوٹ جانے یا قضا ہو جانے کا زیادہ خطرہ اور

اندیشہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ احادیث میں بھی نماز عصر کی بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے...... کہ جس شخص کی وجہ سے نماز عصر چھوٹ گئی، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کے مال و اولاد سب برباد ہو گئے ہوں۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جس نے نماز عصر چھوڑ دی اسکے سب اعمال حبط ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین اور اکابرین نے نمازوں کا بڑا اہتمام فرمایا ہے، نماز دین کا ستون ہے۔ بعض اہل اللہ کے حالات میں آتا ہے کہ چالیس برس تک ان کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی، نماز تو نماز رہی۔ توجہ اور فکر سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے، دیکھئے اگر کسی شخص کو طلب کیا جائے کہ فلاں وقت جج کے سامنے حاضر ہو جاؤ، تو کیسی فکر ہو جاتی ہے، دو گھنٹے پہلے ہی سے تیاری کرتا ہے اور دس پانچ منٹ قبل کچہری پہونچ جاتا ہے، کیونکہ یہ فکر لگ جاتی ہے کہ کہیں دیر سے نہ پہونچیں اور لینے کے دینے پڑ جاویں۔ بس اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ توجہ فکر اور پہلے سے اہتمام نمازوں کا اور جماعت میں پہونچنے کا ہونا چاہیے۔

حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ جب سفر کرتے تھے تو فرسٹ کلاس میں سفر فرماتے تھے۔ تاکہ اول وقت اور خشوع خضوع سے نماز پڑھ سکیں، سلف صالحین کے حالات میں آتا ہے کہ بعض بزرگوں نے ۲۲ر سال تک نماز پڑھنا سیکھا ہے، آخر کوئی تو بات ہوگی، جس کی وجہ سے اتنے برس تک سیکھنا پڑا۔ معلوم ہوا کہ نماز بہت اہم عبادت ہے۔ جس کی حقیقت کو پانے کے لئے برسہا برس کا اہتمام چاہیے، لیکن ہمارا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم لوگ اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔

(پھر اس کے بعد دردناک لہجہ میں فرمایا) صاحبو! اصل بات یہ ہے کہ ہمیں زندگی کی قدر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ " نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ " دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے پانے

والے اکثر اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے خسارہ میں پڑجاتے ہیں۔ایک صحت: صحت بڑی نعمت ہے، اس کی حفاظت کی بہت فکر کرنی چاہیے، بزرگوں نے فرمایا ہے صحت دو چیزوں سے خراب ہوتی ہے۔ایک پیٹ کے معاملہ میں بداحتیاطی سے، دوسرے دماغ کی بے احتیاطی کی وجہ سے۔کھانے پینے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے اور دین پر تقویت کی نیت سے کھانا چاہیے۔یعنی اس غذا سے جو قوت حاصل ہوگی تو طاعت وعبادت آسانی سے کرسکونگا، اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے میں سہولت ہوگی، کمزوروں کی امداد ونصرت کی فکر کرسکونگا وغیرہ، یہی نیت ہونی چاہیے۔

دوسری چیز دماغ کی حفاظت: دماغ خراب ہوتا ہے، ٹی وی، وی سی آر، ناولوں اور افسانوں کے مطالعہ سے جس گھر میں ٹی وی ہوگا اس گھر میں بے حیائی ضرور آئیگی۔ٹی وی اور بے حیائی دونوں لازم وملزوم ہیں۔یہ سب چیزیں ایمان کو ضعیف اور کمزور بنادیتی ہیں۔تو دماغ کو ان گندی چیزوں سے اور پیٹ کو بے اعتدالی کے ساتھ کھانے پینے اور حرام سے بچائے رکھیں گے تو صحت قائم رہے گی۔اور جسم میں تازگی اور قوت آدمی محسوس کریگا۔حدیث میں آیا ہے کہ "المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف" یعنی طاقتور مسلمان کمزور ولاغر مسلمان سے بہتر ہے۔دوسری چیز حدیث میں "الفراغ" فرمایا ہے۔اس میں فراغت مالی بھی داخل ہے اور فراغت وقت بھی۔فرصت بڑی نعمت ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور رضائے الٰہی میں استعمال کرنا چاہیے۔ بڑوں نے کس طرح اوقات کو دین کے کاموں میں استعمال فرمایا ہے، ان کے حالات کا مطالعہ اور اس سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ.........شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے پاس دیوبند تشریف لے گئے تو ان سے فرمایا کہ ایک ہفتہ سے مجھے نہ دن کو آرام کا موقعہ

ملا نہ رات کو۔اس پر حضرت شیخ الادبؒ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ جس زمانے میں "کـنـز" کی شرح لکھ رہا تھا دو سال تک رات کو نہیں سویا۔سبحان اللہ! کیا دھن تھی ان حضرات کی۔ویسے اس زمانے میں ہمارے قویٰ اور ہمتوں کی کمزوری کو دیکھ کر بزرگوں نے کم کھانے اور کم سونے سے منع فرمایا ہے۔البتہ کم ملنا اور کم بولنا اب بھی سب کے لئے بہت ضروری ہے۔اس لئے کہ بولنے کا مرض بڑا موذی مرض ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو جسم انسانی کے تمام اعضاء زبان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور اس سے پناہ مانگتے ہیں........دنیا کے سارے فتنے اور خطرے اسی زبان کی بدولت ہیں۔

بس اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن نیت، حسن عمل اور حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

تاثیر صحبت اہل اللہ

واقعہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول سے اگر ہمارے قلب میں کمال محبت پیدا ہوجائے تو ہماری ساری کوتاہیاں اور کمیاں دور ہوجائیں گی۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت کیسے حاصل ہوگی؟ تو صاحبو! خوب سمجھ لو کہ تحصیل محبت کا ذریعہ اہل محبت کی صحبت ہے۔صحبت کی تاثیر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا حدیث میں آیا ہے کہ بکریاں پالنے والا نرم دل ہوجاتا ہے اور اونٹ پالنے والا سنگدل۔ بھلا بتائے کہ جب جانوروں کی صحبت کا اثر ہوسکتا ہے تو پھر اہل اللہ اور صالحین کی صحبت کا اثر کیوں نہیں ہوسکتا؟ (ماخوذ از ملفوظات)

باسمہٖ تعالیٰ

نعمتوں کی قدر

۱۰ رصفر المظفر ۱۴۱۴ھ بعد نمازِ مغرب، بمقام مسجد پولیس لائن

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

قال النبی صلى الله عليه وسلم الدين النصيحة

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبی الكريم

بزرگو! دوستو! دین کی باتیں بہت ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو دین ۲۳ ربرس کی طویل مدت میں پیش فرمائے ہیں اسے تھوڑے سے وقت میں نہیں بیان کیا جاسکتا ہے اسلئے چند باتیں انہیں دین کی باتوں میں سے آپ کے سامنے اس وقت بیان کرتا ہوں۔

صاحبو! دین کی حقیقت لطف ولذت ہے، شروع میں انسان کو کچھ دن پرہیز کرنا پڑتا ہے کچھ دن تکلیف اٹھانا اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر اس کو پتہ چلتا ہے کہ دین کیسی لذت وراحت کا نام ہے۔

لطف جینے کا اسے حاصل نہیں
جس نے دیکھی ہی نہیں بزمِ عاشقاں!

لوگ ٹی وی دیکھنے میں، گانے سننے میں، افسانے اور ناولوں کے پڑھنے میں بدنظری

وبدنگاہی میں لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ محض دھوکہ ہے، وہ نادان ہیں ان کو کچھ بھی پتہ نہیں۔ لطفِ حقیقی تو بس دین پر چلنے اور اتباعِ سنت میں ہے۔

تیرا نام شیریں حلاوت ہے دل کی
ہر اک بات سے خوش ہے تکرار تیرا

مولانا روم فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ ایں چہ شیرین است نام
شیر وشکر می شود جانم تمام

ہمارے استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے۔

کیف روحانی اسے حاصل نہیں
جو نبیؐ کے عشق میں کامل نہیں

نبی کے عشق میں کمال کیسے پیدا ہوگا؟ اطاعت وفرمانبرداری سے۔ جب اطاعت کامل ہوتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے چاہنے لگتے ہیں۔ جسطرح ایک ماں باپ کی متعدد اولاد ہوتی ہے۔ مگر ان میں سے جو ان کا بہت فرمانبردار اور راحت پہنچانے والا ہوتا ہے اس کی طرف ان کے دل کا جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے بچوں سے بھی محبت ہوتی ہے مگر اس سے بہت ہوتی ہے، تعلق بڑھ جاتا ہے، بہر حال میں نے کہا کہ دین کی حقیقت لطف ولذت ہے، البتہ اس حقیقت کو سمجھنا آسان کام نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کا جس پر فضلِ خاص ہوتا ہے وہی اس نعمت کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

(اسکے بعد حضرت نے حق تعالیٰ کی نعمتوں کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" اگر تم اللہ کی نعمتوں کو

شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے، جس طرح تیز بارش میں پانی کے قطروں کو شمار کرنا ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں۔ دنیوی بھی اخروی بھی۔ ان سب میں سب سے بڑی نعمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کا ہماری ہدایت کیلئے تشریف لانا ہے۔ آپؐ جب تشریف لائے تھے تو لوگ دنیا میں جانوروں کیطرح زندگی گذارتے تھے۔ معصوم بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ بچیاں ابا ابا کہتی رہتی تھیں، مگر سنگدل اور بے رحم باپ پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ہزاروں لاکھوں برائیاں تھیں آپ تشریف لائے سب کو مٹایا اور انسانیت کا احترام سکھایا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ جانوروں کی سی زندگی سے نکال کر آدمی بنایا۔ ہم لوگ بس کھیت کو باغ کو نوکری کو مکان کو چیزوں کو، بس انہی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب فانی اور عارضی نعمتیں ہیں۔ دین باقی اور لافانی نعمت کا نام ہے۔

ایک دفعہ میں بمبئی میں تھا اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں ان کے بیان میں گیا۔ اس وقت کی بعض باتیں یاد کر لی تھیں۔ اس میں ایک بات یہ فرمائی تھی۔ لذة الطعام ساعة یعنی کھانے کی لذت وقتی ہے حلق سے اترا اور سب مزہ ختم ہوگیا۔ اور لذة الثیاب یوم یعنی کپڑے کی لذت ایک دن کی ہے۔ کتنا ہی بہترین لباس پہن لیجئے شام تک اس کی ٹپ ٹاپ استری سب ختم اور فرمایا لذة الدار دھر یعنی گھر کی لذت ایک عرصہ تک رہتی ہے تو یہ بھی نعمتیں ہیں مگر عارضی ہیں حق تعالیٰ نے فرمایا "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ" آپ فرما دیجئے کہ دنیا کی پونجی مختصر ہے لیکن دین کی نعمت لازوال نعمت ہے، آج کتنے لوگ ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف دھیان دیتے ہوں۔ دینا چاہئے کیونکہ نعمتوں کو سوچنے سے منعم یعنی نعمت کے دینے والے کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مجھے اس وقت شیخ سعدیؒ کا ایک واقعہ یاد آیا۔ ان کی کتابیں گلستاں و بوستاں بہت

مشہور ہیں۔ ان کو پڑھ کر اور عمل کر کے لوگ بڑے بڑے ولی بزرگ بن گئے ہیں۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کہیں جا رہا تھا میرے پاؤں میں جوتا نہیں تھا میرے دل میں خیال آیا کہ میں کس قدر پریشان حال ہوں مجھے پاؤں میں پہننے کے لئے جوتا تک نصیب نہیں ہے۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے ایک شخص سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے چلا آرہا ہے۔ اسے پیر ہی نہیں ہیں اس کو دیکھ کر مجھے بڑی عبرت ہوئی، میں نے کہا خدایا تیرا شکر ہے میرے چلنے کیلئے تو نے مجھے دو پیر تو دیئے ہیں۔ اس بے چارہ کے پیر بھی نہیں۔ تو نعمتوں کے سوچنے سے محبت بڑھتی ہے اور محبت سے عمل میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

از محبت تلخہا شیریں بود

واقعہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول سے اگر ہمارے قلب میں کمال محبت پیدا ہو جائے تو ہماری ساری کوتاہیاں اور کمیاں دور ہو جائیں گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت کیسے حاصل ہوگی؟ تو صاحبو! خوب سمجھ لو کہ تحصیل محبت کا ذریعہ اہل محبت کی صحبت ہے۔ صحبت کی تاثیر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا حدیث میں آیا ہے کہ بکریاں پالنے والا نرم دل ہو جاتا ہے اور اونٹ پالنے والا سنگدل۔ بھلا بتائے کہ جب جانوروں کی صحبت کا اثر ہو سکتا ہے تو پھر اہل اللہ اور صالحین کی صحبت کا اثر کیوں نہیں ہو سکتا؟

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ ڈپٹی کلکٹر تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی صحبت میں کچھ دن رہے۔ کیا سے کیا بن گئے۔ جب وظیفہ پر سبکدوش ہوئے اور پنشن ملی تو ان کا جو انگریز افسر تھا۔ ان سے کہنے لگا۔ خواجہ صاحب آپ اس محکمہ کے اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں۔ آپ جیسوں کی نظیر نہیں مل سکتی۔ دیکھئے یہ صحبت کا ہی تو اثر ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ پر اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو تو ان کی کتب ہی سے استفادہ کیا جائے۔ کیوں کہ متکلم کا اثر اسکے کلام میں بھی ہوتا ہے۔ تو کتب سے بھی نفع ہوتا ہے۔ بس اب دعاء کریجئے کہ اللہ تعالیٰ کہنے والے اور سننے والوں کو سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور ہر شر و فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

صحت اور فراغت

صاحبو! اصل بات یہ ہے کہ ہمیں زندگی کی قدر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ " نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ " دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے پانے والے اکثر اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے خسارہ میں پڑ جاتے ہیں۔ ایک صحت: صحت بڑی نعمت ہے، اس کی حفاظت کی بہت فکر کرنی چاہیے۔ دوسری چیز حدیث میں "الفراغ" فرمایا ہے۔ اس میں فراغت مالی بھی داخل ہے اور فراغتِ وقت بھی۔ فرصت بڑی نعمت ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور رضائے الٰہی میں استعمال کرنا چاہیے۔ (ماخوذ از ملفوظات)

باسم اللہ تعالیٰ

اصلاحِ معاملات و معاشرت

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ بعد نماز فجر بمقام مسجد حضور مکہ مکرمہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ   صدق الله العظیم

میرے دوستو! میرے بزرگو!

دنیا میں اعلیٰ کامیابی کے لئے تمام پرچوں میں کامیابی ضروری ہے۔ اگر کوئی طالب علم چار پرچوں میں تو کامیاب ہو گیا مگر ایک پرچہ میں فیل ہو گیا تو وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس پرچہ میں بھی کامیاب نہ ہو جائے، اسی طرح اسلام کے پانچ حصے ہیں، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، ان میں سے ہر حصہ میں کمال پیدا کرنا ہوگا۔ جب تک اسلام کے تمام حصوں میں ہم کمال پیدا نہیں کرینگے اس وقت تک دین ہمارا ناقص رہے گا۔

آج لوگ عقائد و عبادات کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر ان کے معاملات اور معاشرت درست نہیں۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہو رہے ہیں، طرح طرح کی مصیبتیں آ رہی ہیں، حالانکہ اسلام میں جیسے عبادات کی اہمیت ہے ویسی ہی اخلاق اور معاملات کی اہمیت بھی ہے۔ وہ بھی اسلام کا رکن ہے یہ بھی اسلام کا رکن ہے، بلکہ اسلام کا تعارف ہی

معاملات اور اخلاق سے ہوتا ہے، کیونکہ آدمی کی عبادت کا تعلق اسکے گھر سے ہے، اس کی مسجد سے ہے، اس کی ذات سے ہے، خرید وفروخت، لین دین، رہن سہن ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اسلئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اسلام دو جماعتوں سے زیادہ پھیلا ہے۔ ایک صوفیا کی جماعت کہ انہوں نے اخلاق وکردار کے اعلیٰ نمونے قائم کئے اور دشمنوں کے دل جیت لئے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے نفرت وعداوت کے راستے سے نہیں بلکہ علم واحسان کی راہ سے اسلام کو دشمنوں کے دلوں تک پہنچایا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک یہودی لڑکے نے برتن میں پانی بھرلیا ہے، مگر وہ اس کو اٹھا نہیں پا رہا ہے۔ آپؐ نے اسے اٹھالیا اور اس لڑکے کے گھر تک لے جاکے پہونچا دیا۔ جب اس کے گھر والوں نے دیکھا تو حیرت سے پوچھا بیٹے! تو تو اتنا وزنی برتن نہیں لاسکتا ہے یہ کیسے لے آیا؟ جب لڑکے نے کہا میں نہیں لایا بلکہ ایک صاحب پہنچا گئے ہیں۔ تو اس یہودی نے باہر آکر دیکھا کہ کون صاحب اتنی ہمدردی کر گئے۔ اسنے دیکھا کہ یہ خدمت کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا "ما هذا الا شفقة الانبياء والمرسلين" یہ تو انبیاء ورسل ہی کی شفقت ہوسکتی ہے! بس وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔

دوسرے، تاجروں کی جماعت سے دین زیادہ پھیلا ہے، صحابہؓ جہاں گئے اپنے معاملات کی درستگی کے ذریعہ سب پر چھا گئے اور بڑے بڑے کٹر یہودی وعیسائی اور مشرک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ آج ہمارے معاملات درست نہیں ہیں، ابھی حیدرآباد میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ عمرہ کے لئے گئے تھے۔ کسی عزیز

نے ان سے سخت ضرورت کا اظہار کر کے قرض مانگا اور کہا وطن پہونچ کر فوراً ادا کردینگے۔ ان بے چاروں نے فوراً دس ہزار قرض دے دیا، مگر کہہ رہے تھے کہ آج دس مہینے ہوچکے ہیں، نہ واپس کر رہے ہیں نہ واپس آرہے ہیں۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے، جو بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گذر رہے تھے۔ ایک آدمی جَو بیچ رہا تھا آپؐ نے اس ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر اندر سے جَو نکالے تو بھیگے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ اسنے کہا ابھی مینھ برسا تھا اس سے اوپر کی جَو بھیگ گئی تھی، بھیگی ہوئی جَو چونکہ گاہک نہ لیتے اس لئے میں نے سوکھی اوپر اور گیلی نیچے کردی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا " من غشنا فليس منا " جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کو دھوکہ دینے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں بھائی بھائی کو دھوکہ دے رہا ہے، دوست دوست کو دھوکہ دے رہا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مزاج کے موافق بیوی کا مل جانا، مزاج کے موافق اولاد کا مل جانا، اور مزاج کے مطابق ساتھی کا مل جانا آدمی کیلئے بڑی سعادت کی بات ہے۔

اسی طرح معاشرت کا حال ہے، اس سلسلہ میں بھی ہم لوگ نیچے گر گئے ہیں، حرص وطمع نے ہمارے اخلاق بگاڑ دیئے ہیں، پہلے زمانے میں جب مسلمانوں کے محلوں سے گذرتے تھے تو گھروں سے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جسطرح ہوتی ہے اسی طرح تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ آج جس گھر کے پاس جایئے، ٹی وی کے گانوں اور موسیقی کی آوازیں کانوں میں پڑینگی۔ آج اچھے اچھے لوگ شادی کرتے ہیں تو مختلف رسوم ورواج میں مبتلاء ہوجاتے ہیں۔ نکاح تو مسجد میں پڑھاتے ہیں اور گھر میں ہر رسم پوری کرتے ہیں، اور لڑکوں لڑکیوں کی تلاش بھی کیسی خوب ہوتی ہے؟ یہ تو دیکھتے ہیں کہ ایم اے، بی اے، ہے

یانہیں؟ جہیز زیادہ کہاں ملے گا۔ موٹر سائیکل کہاں ملے گی۔ جوڑے کی رقم کہاں ملیگی؟۔ لیکن یہ کم لوگ دیکھتے ہیں کہ لڑکی نمازی ہے یانہیں؟ متقی ہے یانہیں؟ اخلاق کا کیا حال ہے؟

حضرت عمرؓ رات کو گشت کر رہے تھے ایک گھر پر پہنچے تو دیکھا کہ ماں بیٹی کو پکار رہی ہے۔ بیٹی دودھ میں پانی ملادے۔ بیٹی نے کہا امی جان! امیر المومنین نے منع کیا ہے، تو اماں کہتی ہے وہ کہاں یہاں دیکھ رہے ہیں۔ بیٹی فوراً جواب دیتی ہے۔ مگر امی جان اللہ میاں تو دیکھ رہے ہیں وہ تو غائب نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے دروازہ پر نشان لگادیا اور دل میں سوچا کہ کتنا بڑا ایمان ہے اس لڑکی کا اور کس قدر اللہ کی ذات پر یقین ہے۔ صبح کو سپاہی بھیج کر اپنے بچے کے لئے اس لڑکی کو پیغام دلولیا اور شادی کرادی۔ اللہ اکبر! کہاں غریب بڑھیا کی بیٹی کہاں شاہزادہ؟ مگر بس حضرت عمر کو تو اس لڑکی کا تقویٰ اور خوف خدا پسند آ گیا تھا۔ اس دولت کے بعد اس میں کس چیز کی کمی تھی۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اس لڑکی کی اولاد میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جیسا شخص پیدا ہوا، جن کی بزرگی، عدل ورعایا پروری پر پوری امت متفق ہے۔

یہ چند باتیں میں نے آپ لوگوں کے سامنے بیان کی ہیں۔ چاہنے والے کے لئے یہ بھی بہت ہیں۔ بس اب دعاء کر لیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی باتیں جاننے اور اس پر مرمٹنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

باسم اللہ تعالیٰ

دعوت الی اللہ کی ذمہ داریاں

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۱۳ھ بعد نماز مغرب بمقام جامع مسجد (مرکز تبلیغی جماعت کرنول)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته

او كما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

دوستو!

ساری محنتوں کا خلاصہ یہ ہیکہ دین ہماری زندگیوں میں آجائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہمارے معاشرہ میں عام ہوجائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اسہل ہے۔ یعنی اختیار کرنے کے اعتبار سے دنیا کے سارے طریقو سے آسان ہے، اور اکمل ہے، یعنی ترتیب اور نفع کے اعتبار سے سارے طریقوں سے مکمل ہے۔ اس میں کہیں جھول نہیں ہے کہیں نقص نہیں ہے۔ اور اجمل یعنی دنیا کی کوئی تہذیب اور کوئی طرز حیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز حیات سے بہتر نہیں ہے۔ نہایت تہذیب اور نہایت جمال آپ کے مبارک طریقوں میں ہے۔ اس لئے اسے اپنانے کی فکر کرنی چاہیے، ہماری عبادات سنت کے موافق ہوجائیں۔ آج بہت سے لوگ حاجی بھی ہیں نمازی بھی ہیں مگر جب گھر جاتے ہیں اور بیوی سے کچھ

مزاج کے خلاف پیش آجائے تو کہیں ہنڈیا پٹک رہے ہیں، کہیں ڈلیا پٹک رہے ہیں۔ حالانکہ اہل وعیال کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے ،اس میں ہم آزاد نہیں ہیں اس کا بھی مسنون طریقہ ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ؐ جب رات کے وقت گھر میں تشریف لے جاتے تو اس طرح داخل ہوتے تھے کہ کواڑ بھی زور سے نہ کھٹکے چپلوں کی زیادہ آواز نہ آئے ،اور جب اندر تشریف لاتے تو ایسی آواز سے سلام فرماتے کہ اگر ازواجِ مطہرات سوئی ہوئی ہوں تو جاگنے نہ پائیں ،اور اگر جاگ رہی ہوں تو جواب دے سکیں۔ حالانکہ ازواجِ مطہرات آپ پر عاشق تھیں۔آپ کے کسی معاملہ کو اپنے اوپر گراں نہ سمجھتی تھیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا طرزِ عمل اختیار فرمایا درحقیقت آپ ؐ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ اہل وعیال کے بھی حقوق ہیں۔ان کو راحت پہونچانا بھی دین وعبادت ہے،اس پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں۔

لیکن آج ہمارے اخلاق بہت بگڑ گئے ہیں چند عبادتیں کر کے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کامل ہو گئے ہیں،اور عاجزی وتواضع چھوڑ بیٹھتے ہیں،گلستاں میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ جب حرم شریف میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ لوگوں میں کوئی یہاں ''ابتہال'' نہیں کر رہا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ''ابتہال'' بھی ہے،ابتہال کا ترجمہ میں کرتا ہوں ''گڑگڑانا'' تو دیکھا کہ لوگ گڑگڑا نہیں رہے ہیں تو سوچا کہ لاؤ میں ہی اس سنت کو زندہ کردوں،کعبۃ اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر گڑگڑانے لگے۔اے رحیم! اے کریم! کہتے جاتے اور روتے جاتے تھے پھر اسی جذب کی حالت میں فرمانے لگے۔

من نہ گویم کہ طاعتم بپذیر !
قلم عفو بر گناہم بکش !

بڑے آدمی تھے،ان کا حال بہت اونچا تھا، یہ کیا کیفیت ہے،''نزدیکاں را بیش بود حیرانی'' جو جس مقام عالی پر پہونچ جاتا ہے اس کی خشیت وانابت کی کیفیت اسی اعتبار سے بڑھ جاتی ہے۔حضرت مولانا محمد احمد صاحب ؒ بڑے اللہ والے بزرگ گذرے ہیں۔اسی کیفیت کو نعمت قرار دے کر شکر فرماتے ہیں۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا !
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا !

اور سبحان اللہ! کس مقام کے بزرگ تھے،فرماتے ہیں میں نے ''شاید کہہ کر'' کبر کو نکال دیا۔ورنہ دعویٰ ہو جاتا۔ایک بزرگ تھے،ایک دفعہ مسجد گئے،دروازہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔جب ہوش آیا تو لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا خلافِ سنت مسجد میں داخل ہو گیا تھا، دیکھا آپ نے کس طرح بزرگوں نے محنت کر کے سنت کی اہمیت اپنے دلوں میں بٹھائی تھی۔ کوشش اور فکر سے یہ بات سب کو حاصل ہو سکتی ہے۔حق تعالیٰ اسی کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ '' وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا '' جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کیلئے ہدایت کی راہنمائی کرتے ہیں،تو دیکھئے مجاہدہ کو شرط فرمارہے ہیں۔مجاہدہ کیا ہے؟ نفس کی خواہشات کے خلاف چلنا۔اور نفس ایک طاقت ہے جسمِ انسانی میں جو خیر وشر کا داعیہ پیدا کرتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔''نفسِ امارہ'' یہ عام لوگوں کا نفس ہے۔کہ جو بس برائی کی بات کرتا ہے اور اسی کا تقاضہ ہر وقت رہتا ہے۔''نفس لوامہ'' یہ صالحین کا نفس ہے کہ جن ان سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سرزد ہو جاتی ہے تو ملامت کرتا ہے کاش ایسا نہ کیا ہوتا! افسوس میں نے ایسا کیوں کیا؟ وغیرہ چنانچہ ملامت کے نتیجہ میں اس کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔تیسرے ''نفس مطمئنہ'' یہ کاملین کا نفس ہے۔بہر حال نفس کی بے جا خواہشات کی

مخالفت کرتے رہنے کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ بس لگے رہنا چاہیے ہمت کبھی نہ ہارے۔ حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے تو ہے کشتی عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

اس نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے شروع جوانی سے کوشش کرنی چاہیے یعنی "شرخ الشباب" تیرہ چودہ سال کی عمر سے لے کر پچیس سال کی عمر کو بھری جوانی اور نوجوانی کہتے ہیں۔ یہ موسم ہے مجاہدہ نفس کا بڑا عمدہ۔ اسی عمر میں بہترین ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب نے مجھے سترہ سال کی عمر تک سخت مجرم قیدی کی طرح رکھا۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس حال میں ان کی اطاعت کی توفیق دی۔ جس کا پھل اب تک میں کھا رہا ہوں اسی دنیا میں۔ یہ فرما کر روتے تھے۔ آج کل ماں باپ کو تربیت اولاد کی ذرا فکر نہیں ہے۔ پہلے لوگ کہتے تھے اولاد بنیگی تو ہماری وجہ سے بنیگی اور بگڑیگی تو ہماری وجہ سے بگڑیگی۔ اب کہتے ہیں بنے گی تو خود فائدہ اٹھائیگی بگڑے گی تو خود بھگتے گی۔ صاحبو! خوب سمجھ لو وہ تو بھگتے ہی گی آپ کو بھی بھگتنا پڑے گا۔ حدیث میں ہے "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" اس حدیث کے تحت علماء نے ان کو بھی شمار فرمایا ہے جو محلہ میں دینی یا دنیوی اثر و رسوخ رکھتے ہیں جن کی بات چلتی ہے، ان سے بھی اگر انھوں نے اپنے ماننے والوں کو درست نہیں کیا قیامت میں سوال کیا جائیگا۔ اولاد کی تربیت کی فکر کرنی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مروا صبیانکم اذا بلغوا سبعا"

اپنے بچے جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کے ہو جاویں اور نماز نہیں پڑھتے تو ان کی پٹائی کرو۔ یہ حکم کیوں دیا گیا ہے؟ جب کہ ابھی اس پر نماز فرض ہی نہیں ہوئی۔ وہی تربیت اور عادت ڈالنا ہے، جو بچہ سات سال کی عمر سے نمازی ہوگا۔ جب پندرہ برس کا ہو جائیگا، بالغ ہو جائیگا تو کیا نماز پڑھنا اب چھوڑ دے گا۔ ہمارے ایک دوست تھے کہتے تھے، ۱۲ رسال کی عمر میں ہمارے والد صاحب نے سورہ یٰسین شریف یاد دلا دی تھی، اب ستر برس کی عمر ہوگئی کبھی یاد نہیں کی ناغہ ہوگئی ہو، اس وقت سے اب تک ہر روز پڑھ لیتا ہوں اور اس کا فائدہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ کبھی کسی کام میں دشواری نہیں پیش آئی۔ جب آپ دین سے قریب آتے جائیں گے تو دین سہل دکھائی دیتا رہے گا۔ کیوں کہ دین آسان ہے "الدین یسر" مگر دور سے مشکل محسوس ہوتا ہے۔ دین میں ترقی کی کوئی حد نہیں ہے دنیا کے ہر میدان میں کہیں نہ کہیں پہونچکر ترقی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، مگر دین ایسا نہیں ہے موت تک ترقی کرتے رہیے، نیکی نیکی کو کھینچ کر لاتی ہے۔ بس مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ کاش ہم اللہ کے لئے جان و مال کی قربانیاں دینا سیکھ لیں۔

میری طالبعلمی کی بات ہے۔ جب میں مظاہر علوم میں غالباً جماعت سوم میں تھا۔ یہ دعوت وتبلیغ کا نیا نیا کام چلا تھا، میوات کی ایک جماعت سہارنپور آئی۔ اس زمانہ میں فرقہ وارانہ تشدد بھی تھا۔ جماعت تو آئی تھی اپنے کام سے مگر ہندو لوگ سمجھے ان پر حملہ کرنے آئے ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے مشورہ کر کے خود ہی ان پر حملہ کر دیا، دو چار لوگ بے چارے زخمی ہو گئے۔ حضرت مولانا الیاسؒ شائد سہارنپور میں تھے یا معلوم ہونے پر تشریف لائے۔ ہم لوگوں کا خیال ہوا کہ چلیں دیکھیں مولانا جماعت کے لوگوں کی کس طرح تسلی کرتے ہیں۔ اور کیسے ڈھارس باندھتے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ اس مسجد میں پہنچے جہاں جماعت ٹھیری ہوئی تھی۔

حضرت تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ کر خطبہ مسنونہ پڑھا۔ اسکے بعد فرمایا پیارو! تمہیں اللہ کے راستہ میں چوٹ آئی ہے۔ مجھے تو جب خوشی ہوتی جب یہ معلوم ہوتا کہ کوئی مرگیا ہے۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہر حال بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اور یہ قربانیاں بھی بڑوں کی نگرانی اور اصول کی روشنی میں ہوں تب تو نفع دیتی ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے جو کوئی نظام الدین آئے اور یہاں کے اصول کے موافق وقت نہ گذارے تو وہ اپنے کو آیا ہوا نہ سمجھے۔

صاحبو! زندگی بہت مختصری ہے۔ اور ہم سب سفر میں ہیں۔ کیوں کہ ہمارا وطن جنت ہے۔ ہم وہیں سے آئے ہیں اور اسی وطن کی طرف سانس بہ سانس بڑھتے جارہے ہیں۔ اس لئے وہاں کی تیاری کی فکر بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کریں اور ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں۔ صبح اٹھنے کے بعد سے شام سونے تک سارے اعمال سنت کے مطابق ادا کریں۔ اور حسن نیت سے کسب حلال اور اپنے روزگار میں لگیں۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا اور پورا دن عبادت میں شمار ہوگا۔ ورنہ قیامت کے دن زندگی کے ایک ایک لحہ کے ضائع ہونے پر بہت ہی افسوس کرنا پڑیگا مگر اس وقت کچھ بھلا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی موت کی تیاری کرنے اور دین اسلام پر مرمٹنے کی توفیق عطا فرماویں (آمین) وماعلینا الا البلاغ المبین۔

باسم اللہ تعالیٰ

تلک عشرة كاملة

برائے طلبہ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

پیارے بچو!

حدیث شریف میں آیا ہے آدمی کے لئے ہر مجلس اس پر وبال اور پکڑ کا سبب ہے۔ سوائے اس مجلس کے جس مجلس میں اللہ کی تعریف اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا گیا ہو۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم میں دونوں باتیں آگئیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھی! اب انشاء اللہ یہ مجلس ہمارے لئے خیر ہی خیر ثابت ہوگی اور وبال نہیں بنے گی۔

☆ ۱۲ / صفر ۱۴۱۴ھ کو واپسی میں سفر کے دوران شاد نگر میں رک کر حضرت والا مدظلہ نے مولانا طاہر صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ کی خواہش پر طلبائے مدرسہ دار العلوم شاد نگر سے خطاب فرمایا۔
☆ نیز اس سفر سے واپس ہونے کے بعد راقم الحروف کی درخواست پر ۱۳ / صفر ۱۴۱۴ھ کو ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد کے طلبہ کرام کو نصیحتیں فرمائیں۔ ذیل میں دونوں مجالس کو یکجا کر کے پیش کیا جارہا ہے .... ۱۲ مرتب

دیکھو بچو! تم لوگ یہاں مدرسہ میں علم حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" من سلک طریقاً یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ بہ طریقا الی الجنۃ " یعنی جو شخص علم دین کے لئے کچھ سفر کرتا ہے تو اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت کا راستہ سہل اور آسان فرما دیتے ہیں۔ آپ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر یہاں آئے ہو۔ اس حدیث کے مطابق جنت سے قریب ہو گئے ہو۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ امام محمدؒ بہت بڑے عالم ہیں نو سو ننانوے کتابوں کے مصنف ہیں، انتقال کے بعد ان کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اگر تم کو عذاب دینا ہوتا تو تم کو علم دین نہ دیا جاتا۔

اس وقت میں آپ لوگوں کے سامنے چند باتیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ صبح جلدی اٹھا کرو اور سنت کے مطابق اٹھو۔ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں۔

خواب کم کن اول روز اے پسر
نفس را بدخو میاموز اے پسر

صبح دیر تک سونا اچھی بات نہیں ہے اور بڑی کمزوری ہے، حکیم لقمانؒ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے کے ایک صالح بزرگ گذرے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ ایک پوری سورۃ کا نام ہی سورۃ لقمان ہے۔ کتابوں میں ان کی بہت سی نصیحتیں منقول ہیں۔ ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو خطاب کر کے فرمایا بیٹے! مرغ سے بھی عاجز مت بن۔ یعنی مرغ تو سویرے اٹھ کر بانگ دے اور تو پڑا سوتا رہ جائے، نماز بھی قضاء ہو جائے تو یہ جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اور سنت کے مطابق اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ اٹھنے کے بعد فوراً ۳ دفعہ الحمد للہ کہو پھر کلمہ طیبہ پڑھو۔ پھر

مسنون دعا پڑھ لو " اللھم باسمک اموت واحییٰ " یا دوسری دعا جو منقول ہے۔ جو یاد ہو پڑھ لو۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل تین دفعہ دھو لو۔ نماز فجر تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرو۔ موقع ہو تو اشراق تک ذکر میں بیٹھے رہو یا تلاوت کرو۔ طالبعلم کیلئے سب سے اچھی مصروفیت اپنے کام میں لگے رہنا ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں۔ اسی طرح شام تک ہر کام سنت کے موافق کرو اس سے علم میں برکت ہوگی اور زندگی نورانی ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے بڑوں کی، اپنے اساتذہ کی دل سے خدمت کرو۔

اپنے دل پہ نقش کرلو جان من
کیمیا ہے خدمتِ آمرزگار

آمرزگار آموختن سے بنا ہے۔ یعنی سکھانے والا تجربہ کار، جس طرح کیمیا کے ذریعہ تانبے کو سونا بنایا جاتا ہے، اسی طرح اپنے اساتذہ کی خدمت آدمی کو قابل و لائق بناتی ہے اور اسکی کمزوریوں کو ختم کرتی ہے۔ اور وہی آدمی کل بڑا بنتا ہے جو آج بڑوں کے سامنے چھوٹا بن کر رہے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

بزرگوں نے فرمایا ہے تین جگہوں پر کبر نا جائز ہے۔ ایک ماں باپ کے سامنے۔ اولاد چاہے کچھ بن جائے ماں باپ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی ان کا مقام بہت نازک اور بہت اونچا ہے۔ ان کے بارے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ دوسرے استاذ کے سامنے۔ شاگرد خواہ شیخ الاسلام ہو جائے، علامہ ہو جائے مگر استاذ کے سامنے بڑا پن اور نخوت جائز نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ دوستیاں مت کرو۔ تکرار وغیرہ سبق وتعلیم کی ضروری گفتگو وملاقات کے علاوہ اور تعلقات مناسب نہیں۔ دارالاقامہ میں رہنے والوں کے شہر کے طلباء سے تعلقات تو اور بھی مہلک ہیں۔ اس میں پیسہ خرچ ہوتا ہے، وقت ضائع ہوتا ہے، طرح طرح کے فتنے ہیں۔ اس لئے بلا ضرورت دوستی دشمنی نہ کرو بلکہ بلا ضرورت بولو ہی مت۔

کیجئے نہ ہرگز سنئے دوسروں کا تذکرہ
سب سے بہتر ہے یہی بہتان وغیبت کا علاج

اس لئے طالبعلم کو بہت ضروری ہے کہ تعلقات کو محدود کرے اور بقیہ سب وقت تحصیل علم میں کتابوں کے سمجھنے میں اور حل کرنے میں لگا دے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ مطالعہ کا بہت اہتمام کرو۔ ہمارے استاذ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور اسکی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ ان کی اس عنوان پر مستقل نظم بھی ہے۔ عربی کے طلباء کے لئے تو یہ انتہا ضروری ہے ہی۔ میں تو حفظ وناظرہ کے طلباء سے بھی کہتا ہوں کہ اگلا سبق دیکھ کر لے جایا کریں۔

اس سے بہت سہولت ہوتی ہے۔ تجربہ کرکے دیکھیں پتہ چلے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

انسان کو کرتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
اسعد مطالعہ کو کبھی تم نہ چھوڑنا
کہ کرتا ہے دل کو تجلجل مطالعہ
یہ تجربہ ہے خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے اول مطالعہ

مطالعہ نہیں کرنے والے طلباء خود پہچانے جاتے ہیں۔ جیسے طالب علم بسا اوقات ایسا سوال کرتا ہے جو آگے کی عبارت میں آ ہی رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ مطالعہ نہیں کر کے لایا۔ اسی طرح استاذ سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو دریافت کر لینا چاہیے۔ اس میں شرم نہ کرنا چاہیے، ہمارے استاذ فرمایا کرتے تھے "پیری مریدی اندھیری کوٹھری، لکھائی پڑھائی اجالی کوٹھری" کیا مطلب؟ مطلب یہ ہیکہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو مٹائے۔ چوں وچرا نہ کرے، جو بات شیخ کہے بس عمل کرے۔ مگر طالب علم کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسے استاذ کے سامنے گم صم نہیں بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ غور سے درس کو سمجھے اور جو بات نہ سمجھ میں آئے سوال کرے، جو اشکال ہو پیش کر کے اسکی صفائی کر لے، علم تو اسی طرح آتا ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ مدرسہ میں جو کچھ تکلیف پیش آئے اسے خوشدلی سے گوارہ کر لینا چاہیے۔ کیوں کہ راہ علم راہ مشقت ہے۔ یعنی اس راستہ میں ضرور کچھ نہ کچھ خلاف مزاج پیش آ جاتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیوں سے علم حاصل کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سردیوں میں بستر نہ ہونیکی وجہ سے مسجد کی چٹائی گول لپٹ لیتے تھے۔ اس پر بھی فرماتے تھے کہ سر اور پیروں کی طرف کھلا رہنے سے سخت سردی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ طالب علم کو مشقتوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ بعضے طلباء ہوتے ہیں شیطان کے بہکاوے میں آ جاتے ہیں۔ ارے بھئی یہاں سختی بہت ہے۔ کھانا بھی صحیح نہیں ہے، کھانا بھی ٹھیک نہیں ملتا، اور قوانین بھی سخت ہیں، فلاں مدرسہ میں جادیں وہاں سختی نہیں ہے کھانا بھی اچھا ملتا ہے۔ پھر وہاں گئے وہاں سے بھی بھاگے۔ بس یہاں وہاں پھرتے رہتے ہیں اور علم سے کورے رہتے ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ "شر خیر" کی بیماری نہیں

ہونی چاہیے، یہ بیماری علم سے محروم کر کے چھوڑتی ہے۔ دیکھئے آپ نے کہیں ایک پودا لگایا پھر یہ سوچ کر کہ یہ زمین اچھی نہیں یہاں کنکر بہت ہیں دوسری جگہ اکھاڑ کر لگایا پھر وہاں سے یہ کہہ کر کہ یہ زمین سخت بہت ہے، تیسری جگہ لگا دیا۔ اسی طرح بدل بدل کے لگاتے رہیں گے تو وہ پودا ایک دن جل جائیگا۔ اگر ایک ہی جگہ لگا رہتا تو تیڑا بیڑا جیسا بھی ہو آگے بڑھتا تو رہتا۔ اسلئے کہتا ہوں مشقتوں سے طالبعلم کو گھبرانا نہیں چاہیے، بھئی دنیا تو نام ہی ہے تکلیفوں کی جگہ کا، کسی کی تمنا اس دنیا میں پوری نہ ہوئی۔ ہر خواہش جہاں پوری ہو جائے اسے جنت کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ " اور " فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ " یعنی جنت میں وہ ہے جو تمہارا جی چاہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

اس لئے دنیا میں اس کی آرزو کرنا کہ سب کچھ مزاج کے موافق ہو جائے عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ شیطان سب سے زیادہ طالب علموں کا پیچھا کرتا ہے۔ ایک گھنٹہ بازاروں میں لوگوں کو بہکانے میں لگاتا ہوگا تو تیئیس گھنٹے مدرسوں، مسجدوں میں محنت کرتا ہوگا۔ کیوں کہ اگر ایک عام آدمی کو بھٹکائے گا تو ایک آدمی ہی بھٹکے گا۔ اور اگر ایک طالب علم کو بھٹکا دے گا تو سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کا نقصان ہوگا اسی وجہ سے حدیث میں ہے۔" فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد " یعنی ایک عالم باعمل کو بہکانا شیطان کے لئے ہزاروں عابدوں کو بہکانے سے زیادہ مشکل ہے۔ اس لئے وہ طالب علم دین کا پیچھا بہت کرتا ہے۔ دل میں ڈالتا ہے کہ یہاں رہنا بہت مشکل ہے، تجھ سے برداشت نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے یہاں سے کہیں اور چل۔ یہ اور اس قسم کے طرح طرح کے وساوس

وخیالات پیدا کر کے دل برداشتہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اس دشمن سے بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

چھٹی بات یہ ہے کہ نمازوں کا بہت اہتمام کریں۔ نماز تو دین کا ستون ہے، پھر نماز بھی جماعت اور تکبیر اولیٰ کے اہتمام کے ساتھ ہونی چاہیے۔ پہلے لوگ نمازوں کا ایسا اہتمام کرتے تھے کہ چالیس چالیس برس تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی تھی۔ جماعت کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔ حضرات صحابہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہم میں سے مسجد نہ آتا تو ہم سمجھتے تھے کہ یا تو سخت بیمار ہوگا یا منافق ہو گیا ہوگا۔ ورنہ صحت مند اور مقیم رہ کر مسجد نہ آنے کا کیا سوال ہے۔ یعنی نماز اور جماعت سے اس زمانہ میں اسلام جانا پہچانا جاتا تھا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اگر سرینوں کے بل گھسٹ کر بھی مسجد پہنچ سکتے تو مسجد ضرور آتے تھے، یعنی ایسی حالت میں بھی گھر میں نماز پڑھ لینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ معقول عذر تھا۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا اسعد صاحبؒ فرماتے تھے۔

اسعد گرہ میں باندھ لے یہ پند سود مند
پابندی نماز باجماعت چھوٹنے نہ پائے!

آج افسوس ہوتا ہے کہ طالب علموں میں نماز کا اہتمام نہیں۔ اسی طرح جماعت اور تکبیر اولیٰ کی فکر نہیں ہے۔ یجوز لطالب العلم مالا یجوز لغیرہ کا حیلہ کر کے اپنے لئے سب جائز کر لیا ہے۔ نہ معلوم یہ اصول کہاں سے بنا لیا ہے۔ طالب علم تو کل قوم کا مقتدا بننے والا ہے، آج سے اگر وہ اپنے عمل درست کرنے کی فکر نہیں کریگا تو بڑا ہو کر کیا کام کرے گا، الٹا بدنام ہوگا۔ عوام کی نظروں میں گر جائیگا۔ اور لوگوں کے طنز و اعتراض کا نشانہ بنے گا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ رسول کی ناراضگی اور خفگی مول لے گا۔ جو سب سے بڑا نقصان ہے

اسلئے اسطرف بھی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

ساتویں بات یہ ہے کہ قرآن مجید صحیح پڑھنے کی فکر۔ بہت سے طلباء عربی وفارسی کے ایسے ہوتے ہیں انہیں قرآن مجید صحیح پڑھنا نہیں آتا۔ عالم ہوجاتے ہیں مگر تلاوت میں موٹی موٹی غلطیاں کرتے ہیں۔ضروری تجوید تو فرض عین ہے۔اس کو سیکھنا یعنی حروف کو ان کے مخارج اور صفات لازمہ کے ساتھ ادا کرنا یہ ضروری تجوید ہے اور تزئین صوت وغیرہ نمبر۲ پر ہے۔آج کل لوگوں نے گانے کا نام قرآءت رکھا ہے، جہاں کھینچنا ہے وہاں بھی کھینچتے ہیں جہاں نہیں کھینچنا ہے وہاں بھی کھینچ دیتے ہیں۔اسی لئے حضرت مولانا یعقوب صاحب ”صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند جو حضرت حکیم الامتؒ کے بھی استاذ تھے، جب تک قرآن نہ سن لیتے فارغ ہونے والوں کی سند پر دستخط نہیں فرماتے تھے۔بہر حال قرآن مجید کی تلاوت کو درست کریں۔ بلکہ حفظ کرنے کی کوشش کریں بزرگوں نے فرمایا ہے۔جو عالم حافظ نہیں وہ آدھا عالم ہے۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ تحریر وکتابت بھی درست کرنیکی فکر کرنا چاہیے۔عام طور سے آج کل طلبہ وعلماء کا املا صحیح نہیں ہوتا۔عالم ہوجاتے ہیں، حافظ ہوجاتے ہیں، لکھنا صحیح نہیں آتا۔حالانکہ عربی کا مقولہ ہے ”حسن الخط مفتاح الرزق“ اچھی تحریر روزی کی کنجی ہے۔آج لوگ ڈھونڈتے ہیں کہ کوئی اچھا لکھنے والا ہے۔ہم اتنا پیسہ دیں گے فلاں مضمون لکھ دیجئے۔ اور یہ بھی ایک مقولہ ہے ” العلم صید والکتابۃ قید “یعنی علم ایک شکار ہے اور کتابت اس کا جال۔یعنی لکھنے سے بات محفوظ ہوجاتی ہے۔حضرت حکیم الامتؒ جیب میں کاغذ قلم رکھتے تھے،صبح تفریح فرمایا کرتے تھے ایک دن چلتے چلتے رک کر کاغذ قلم نکال کر کچھ لکھ لیا۔کسی نے پوچھا یا خود ہی فرمایا کہ جب کوئی بات یاد آتی ہے فوراً کاغذ پر لکھ لیتا ہوں ایک تو بات

محفوظ ہوجاتی ہے، دوسرے ذہن ہلکا اور فارغ ہوجاتا ہے۔ورنہ بوجھ رہتا ہے اسکو یاد رکھنے کا۔الغرض کتابت اور خوش خطی بہت ضروری ہے، خاص طور سے طالبعلم کے لئے۔

نویں بات یہ ہے کہ غیر اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے احتیاط کریں۔بہت سے طلباء ہیں عربی پڑھ رہے ہیں ایک طرف عالم بن رہے ہیں دوسری طرف چوری چھپے ناولیں اور افسانے دیکھ رہے ہیں۔یہ تو فحش لٹریچر ہے۔اس میں عریاں یا نیم عریاں تصویریں ہوتی ہیں۔اور آج کل انٹرنیٹ کے ذریعہ اس سے بھی کہیں آگے کی فحاشی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہیں۔یہ کیا ہے؟ ان سے عمر، اخلاق، دین، صحت، اور جوانی سب تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔یہ تجربہ کی بات ہے، بہت سے واقعات مشاہدہ اور علم میں اس قسم کے طلباء کے آئے ہیں، جن کا اس بری عادت کی نحوست سے علم وعمل تو گیا ہی صحت واخلاق سے بھی انہوں نے ہاتھ دھولیا ہے۔اس طرح مدرسہ میں رہنے سے کیا حاصل؟ بس جو وقت ملا اپنے کام سے کام۔مطالعہ کرو تکرار کرو اسباق کو سمجھو اور یاد کرو۔طبیعت تھک جائے تو تلاوت کرو اپنے بزرگوں کی کتابیں دیکھو۔غرض اپنے آپ کو اچھے کاموں میں مشغول رکھنا چاہیے۔ورنہ نفس اپنی جانب مشغول کرلیتا ہے۔حضرت تھانویؒ کے ہاں اصول تھا کہ زیر تربیت جو لوگ ہیں وہ اپنا کھانا لیکر علاحدہ بیٹھ کر علیحدہ علیحدہ کھالیں۔حالانکہ اجتماعاً کھانا سنت ہے مگر تحفظ اوقات کی عادت ڈالنا اور تربیت کرنا مقصود تھا۔ایسے ہی عادت پڑتی ہے۔ورنہ جو کھانا پندرہ منٹ میں کھاسکتے ہو وہ فضول گوئی کی وجہ سے آدھا گھنٹہ لے لیتا ہے۔

دسویں بات یہ ہے کہ کبھی استاذ کی برائی مت کرو۔اور نہ ان کے سامنے اپنی بڑائی جتلاؤ، استاذ خواہ ابتدائی کتابوں کا ہو یا بڑی کتب کا بہر حال استاذ ہے۔بلکہ ابتدائی کتب پڑھانے والے کا اور بڑا احسان ہے کہ ایسے زمانے میں پڑھایا جب کچھ نہ آتا تھا۔آج

طالب علموں کی حالت یہ ہیکہ جب ابتدائی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو اپنے کو چھوٹا اور استاذ کو بڑا سمجھتے ہیں ۔ جب درمیانی کتابوں میں آجاتے ہیں تو دونوں کو برابر سمجھنے لگتے ہیں اور جب بڑی کتابوں میں پہونچ جاتے ہیں تو بس پوچھو مت ! اپنے آپ کو استاذ سے بھی قابل اور بڑا سمجھ جاتے ہیں ۔ یہ بڑا مہلک مرض ہے ۔ اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہیے ۔ کسی وجہ سے استاذ سے موافقت نہو تو نہ پڑھو مگر برائی مت کرو ۔ اور اگر خدانخواستہ ایسی کبھی نوبت آجائے کہ استاذ سے یا مدرسہ سے علحدگی ہو جائے تو اس کے سبب کی نسبت اپنی طرف کرو ۔ یوں کہو کہ مجھے مناسبت نہیں ہو سکی تھی اس لئے چھوڑ دیا ۔ استاذ کا نقص نہ بیان کرو، اس سے بڑی بے برکتی علم وعمل میں ہو جاتی ہے اور اگر تنقیص مقصد ہے تب تو بہت ڈرنے کا مقام ہے ۔

امام احمد بن حنبلؒ کسی نہر پر وضو فرما رہے تھے ان سے اوپر کی جانب سے کوئی اور آدمی وضو کر رہا تھا، اس کے دل میں خیال آیا کہ میرا استعمال کیا ہوا پانی بہہ کر نیچے کیطرف جارہا ہے اور ادھر سے پانی لیکر حضرت وضو فرما رہے ہیں ۔ دل میں سوچا یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے کہ مجھ جیسے گنہگار ماء مستعمل سے اتنے بڑے امام وضو فرماویں، مارے شرم کے وہاں سے اٹھ کر اور نیچے کیطرف چلا گیا ادھر جا کر وضو کر لیا، حالانکہ یہ پانی ماء جاری ہونے کیوجہ سے ماء مستعملہ کے شمار میں نہیں تھا ۔ مگر ایک جذبۂ احترام تھا ۔ ایک احساس نیک تھا، پھر جب شخص کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ایک نیک بندے کے احترام کی برکت سے معاف فرما دیا اور اس کی بخشش کر دی ۔ واقعی ۔

رحمت حق بہانہ می جوید

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تو بہانہ چاہیے مغفرت کے لئے مگر یہاں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اہل اللہ کا ادب واحترام کسقدر بڑی چیز ہے ۔

"تلک عشرة کاملة" طلباء کرام سے متعلق حضرت کی دونوں مجلسوں کی گفتگو کو احقر نے بفضل اللہ تعالیٰ ان دس نکات میں جمع کر دیا ہے ۔ حق تعالیٰ اس سے ہر طالب علم کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)

پورے مضمون کا دس نکاتی اقتباس

☆ صبح جلدی اٹھنا۔
☆ اپنے بڑوں اور اساتذہ کی دل سے خدمت کرنا۔
☆ آپس میں دوستی دشمنی نہ کرنا۔
☆ مطالعہ کا بہت اہتمام کرنا۔
☆ مدرسہ میں جو کچھ تکلیف پیش آئے اسے خوشدلی سے گوارہ کر لینا۔
☆ نمازوں کا تکبیر اولی کے ساتھ بہت اہتمام کرنا۔
☆ قرآن مجید صحیح پڑھنے کی فکر کرنا۔
☆ تحریر و کتابت بھی درست کرنے کی فکر کرنا۔
☆ غیر اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے احتیاط کرنا۔
☆ اپنے اساتذہ اور مربیوں کی برائی نہ کرنا۔

(ماخوذ از ملفوظات)

باسمہ تعالیٰ

تلك عشرة كاملة

برائے مدرسین کرام

احقر مرتب کی خواہش پر حضرت والا نے اسی دن اساتذہ اشرف العلوم سے بھی مختصر خطاب فرمایا ذیل میں اس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

نحمده و نصلي على رسوله الكريم اما بعد

قال النبي صلى الله عليه وسلم " خير كم من تعلم القرآن وعلمه "

او كما قال النبي صلى الله عليه وسلم

میرے دوستو! اور بزرگو!

۱۔ استحضار نعمت: اللہ پاک نے ہمیں یہ خدمت دین کی دولت عطا فرمائی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ آج کل لوگ حافظ بن جاتے ہیں عالم بن جاتے ہیں، مگر دین کی خدمت میں نہیں لگتے ہیں۔ مال کمانے کی فکر ہے۔ کوئی سعودیہ جارہا ہے، کوئی امریکہ جارہا ہے، بس سب اسی چکر میں ہیں ایسے حالات میں جن لوگوں کو مدارس و مکاتب میں معصوم بچوں کی خدمت اور قرآن مجید کی تعلیم و تعلم، یا حدیث وفقہ کا درس دینے کی توفیق مل گئی ہے تو ان کو بہت بڑی نعمت مل گئی ہے، گویا کہ انہیں حق تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے۔ اس لئے دین کی خدمت لے رہے ہیں۔ آپ حضرات اس توفیق کی قدر کیجئے۔ اور یکسوئی کے ساتھ لگے

رہیے، اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا۔ روزی ہر شخص کی مقرر ہے۔ انشاء اللہ مقدر کا مل کر رہے گا۔ آدمی چاہے کتنا ہاتھ پیر مارلے، تقدیر سے بڑھ کر نہیں پا سکتا۔

دوستو! اصل میں دین کی حفاظت اور دین کی اشاعت کا کام مل جانا یہ بہت بڑی نعمت ہے، اس سے ہم لوگ بہت غافل ہیں اور اسی غفلت کی وجہ سے بہت کم شکر کی توفیق ہوتی ہے۔ آج ہم کھانے پینے کی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں، بال بچوں کو نعمت سمجھتے ہیں، جائیداد جاگیر کو نعمت سمجھتے ہیں، لیکن دین وایمان کا نعمت ہونا بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ ایک مرتبہ اللہ کا نام لینے کی توفیق کو دنیا ومافیہا سے بہتر سمجھتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ " خیر کم من تعلم القرآن وعلمه " تم سب میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ ہاں حسن نیت شرط ہے۔

۲۔ اخلاص: امام اعظمؒ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں۔ ان میں سے ایک "انما الاعمال بالنیات " ہے یعنی سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس لئے اپنی نیت درست کرلینی چاہیے، اس کام سے صرف اللہ کی رضا جوئی مقصد ہو۔ کسی اور غرض سے دین کا کام نہ کریں، اس کو دنیا کمانے اور پیٹ پالنے کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اخلاص بہت بڑی دولت ہے، اس کی برکت سے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ ان میں جان آتی ہے، انمیں زبان آجاتی ہے، یہاں تک تو میں نے آپ کو اس کام کی عظمت اور اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اب چند تجربہ اور اصول کی باتیں بتلاتا ہوں، جن سے اس کام میں رہبری ملے گی۔

۳۔ استغناء ویکسوئی: حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کو آپ کے حیدرآباد سے بلایا گیا تھا اس وقت حضرت سہارنپور میں تھے اس وقت وہاں پر یہی کچھ ۲۰/۲۵ روپیہ تنخواہ ہوگی ...... یہاں سے ۱۲۰۰/ روپیہ ماہانہ، کار اور بنگلہ پیش کیا گیا۔ حضرت نے اس

وقیع پیش کش کو جو اس زمانہ میں کسی کسی کو مقدر سے ہاتھ آتی تھی مسترد فرما دیا۔ اور فرمایا میں اپنے حضرت (یعنی مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ) کو اور اپنے مدرسہ (یعنی مظاہر علوم) کو نہیں چھوڑ سکتا۔

میں ابھی مدینہ منورہ میں تھا۔ وہاں کے لوگوں نے کہا ہم اقامہ دلا دیں گے اور فلاں فلاں سہولت بھی دیدیں گے۔ مگر میں نے یہی سوچ کر انکار کر دیا کہ حضرت کے ہاں (اشرف المدارس ہردوئی) برسوں سے پڑھاتا ہوں چھٹی لیکر گیا تھا۔ اگر وہیں رہ جاؤں تو حضرت (مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی) کیا سمجھیں گے۔ مدرسہ سے کس قدر بے وفائی ہوگی۔ یعنی کتنی انتظامی دشواری پیش آئیگی۔ یہی سوچ کر میں نے ان حضرات سے معذرت کر دی، ورنہ بتائیے مدینہ منورہ میں رہنے کا موقع مل جائے تو کون نہیں رہنا چاہتا۔ لوگ ہزاروں ریال خرچ کر رہے ہیں، برسوں سے تمنائیں کر رہے ہیں، مگر موقعہ نہیں ملتا۔

۴۔ تادیب میں احتیاط: بچوں کو جسطرح چاہے پٹائی نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ ایک تو اب قویٰ کمزور ہوگئے ہیں۔ بچوں میں تحمل نہیں رہا۔ ایک آدھ چھڑی لگادی تو الگ بات ہے، مگر ان پر غصہ نہیں نکالنا چاہیے۔ آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکا بھی حساب ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کو ایک صاحب نے لکھا کہ میں بچوں کو بہت مارتا ہوں، حضرت نے جواب لکھ دیا "قیامت کا انتظار کرو" کیا مطلب؟ قیامت کے دن تو حساب دینا پڑیگا۔ اس کی نافرمانی اور تمہاری سزا دونوں تولے جائیں گے اور انصاف کیا جائے گا۔ اسلئے بہت ڈرنے کا مقام ہے۔

۵۔ دعاء کا اہتمام: اسی طرح طلباء کے لئے اور اپنے لئے گڑگڑا کر دعا مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ بھی سنت ہے۔ لوگ اس سنت سے غافل ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت "ابتہال" بھی ہے یعنی "گڑگڑانا"۔ اس سے بہت کام نکلتے ہیں اور کچھ نہیں تو دل کو سکون ہی مل جاتا ہے۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

۶۔ توکل اور اعتماد: اسی طرح صاحبو! مقصد بس دین کو بناؤ۔ دنیا کو مقصود نہ بناؤ جو مقدر کا ہے وہ مل کر رہے گا اور جو مقدر نہ ہوگا وہ تم چاہے کچھ کر لو ملنے والا نہیں ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے دین کی مثال پرندہ کی ہے اور دنیا کی مثال جیسے سایہ! پرندہ کو پکڑو گے تو سایہ خود بخود آ جائیگا۔ اور سایہ کے پیچھے پڑو گے تو نہ وہ ملے گا نہ یہ۔

۷۔ معاملات کی صفائی: ایک بات یہ بھی آپ حضرات سے عرض کرنے کی ہے کہ اپنے معاملات درست رکھیں۔ آپ کے معاملات اگر درست نہ ہوں گے تو آپ دوسروں کو کیا دین سکھائیں گے؟ مگر آج لوگ دین بھی نہیں سمجھتے، نماز روزہ کر رہے ہیں مگر معاملات غیر شرعی ہیں، معاملات خلاف سنت ہیں۔ امام محمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اتنی ساری کتابیں لکھیں مگر تصوف پر کوئی کتاب نہ لکھی؟ فرمایا میں نے "کتاب البیوع" لکھدی ہے۔ جس کے معاملات درست ہوں وہ سب سے بڑا صوفی ہے۔ معاملات کی درستگی سے بڑی برکت ہوتی ہے۔ آمدنی اگر صحیح ہو تو تھوڑے میں بھی کام نکل جاتا ہے۔ برکت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایک ہزار کے دو ہزار ہو جاویں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تھوڑے میں بھی بہت کام نکل جائے۔

۸۔ حکمت عملی کا لحاظ: اسی طرح ایک بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ طلباء کو افہام و تفہیم اور نصیحت موقع محل دیکھ کر کریں۔ بعض مرتبہ بے سلیقہ ہونیکی وجہ سے اچھی بات ضائع ہو جاتی

ہے اور نفع کے بجائے نقصان ہو جاتا ہے۔ نصیحت کو یوں سمجھے جیسے انجکشن دینا۔ بغیر سیکھے انجکشن نہیں دے سکتے اور ہر جگہ بھی نہیں دے سکتے۔ بس یہی حال نصیحت کا ہے کہاں کی جائے اور کہاں نہیں۔ کیا کیا جائے اور کیا نہیں؟۔ اور کس طرح کی جائے کسطرح نہیں۔ یہ سب سیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

۹۔ خدمتِ خلق: ایک بات یہ ہے کہ ہمیں کبھی کبھی اپنے چھوٹوں اور عوام الناس کی خدمت بھی کردینی چاہیے۔ اس سے ایک طرف ہمارے نفس کا علاج ہوتا ہے دوسری طرف سامنے والا متاثر و مانوس ہوتا ہے۔ جب ہماری ذات سے متاثر ہوگا تو ہماری بات کا بھی اثر لے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک یہودی بچہ ہے اس کے پاس برتن میں پانی بھرا ہوا ہے مگر وزن اس قدر ہے کہ لیجا نہیں سکتا۔ آپؐ نے اٹھا کر اسکے گھر پہونچادیا اور چلے گئے۔ جب اس کے باپ نے دیکھا کہ بچہ اتنا بڑا برتن لے آیا تو حیرت سے پوچھا کہ کیسے لے آیا؟ اس نے بتلایا کہ کوئی صاحب پہنچا گئے۔ اس کو بڑا اثر ہوا اور سوچا کہ کون آدمی ہے جو اس قدر مخلص اور اخلاق مند ہے، باہر جو آکے دیکھا تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بس فوراً پکار اٹھا "ما ھذا الا شفقة الانبياء و المرسلين " یہ تو بس انبیاء و مرسلین ہی کی شفقت ہوسکتی ہے۔

۱۰۔ اپنی اصلاح کی فکر: اسی طرح ہم لوگوں میں اب ایک غفلت عام ہوگئی ہے کہ ذرا لکھنا پڑھنا شروع کیا، امام بن گئے، اور کچھ کام شروع کیا تو بس اپنے آپ کو کامل سمجھ بیٹھے، ایسا نہ چاہئے۔ بلکہ ہر وقت اپنی اصلاح و تربیت کی فکر میں لگے رہیں۔ پہلے زمانہ میں لوگ جب تک کامل نہ ہوجاتے دین کی خدمت میں نہ لگتے تھے۔ لیکن آج کل کے حالات ایسے نہیں ہیں۔ اس لئے کام کے ساتھ ساتھ اصلاح کی بھی فکر کرتا رہے مایوس نہ ہو۔

ایک دن کامیاب ہوجائیگا۔ خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو
تو یوں ہاتھ پیر بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے تو ہے کشتی عمر بھی کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ فرصت عمر کو غنیمت سمجھ لے اور زندگی پر اعتبار اور بھروسہ نہ کرے۔ نہ معلوم کب یہ نعمت ختم ہوجائے اور کب آدمی عمل سے روکدیا جائے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کو لکھا کہ کوئی خاص نصیحت جو نافع سلوک ہو تحریر فرمادیجئے۔ اسکے جواب میں حضرت نے لکھا کہ اسکا استحضار ہو کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ جب کسی کام سے فارغ ہوتے تو فرماتے اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ اسباب ہلاکت سے ہم بچ گئے۔!

بس ان چند باتوں کو یاد رکھ لیجئے۔ اور عمل کرتے رہئے۔ انشاء اللہ دنیا و آخرت کا بھلا ہوگا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن نیت، حسنِ عمل اور حسنِ خاتمہ کی دولت سے سرفراز فرمادیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس مجلس کے نصائح عالیہ بھی بلا ارادہ ۱۰ر نکات میں مرتب ہوگئے۔ اللہ کرے کہ یہ قیمتی نصائح کو ہم لوگ اپنی زندگیوں میں عملی جامہ پہنا سکیں۔ آمین برحمتک یا ارحم الرحمین

بسم اللہ تعالیٰ

جمعہ کی فضیلت واہمیت

حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہٗ نے فرمایا:

آپ کو معلوم ہے کہ دین کی باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ر سال میں مکمل فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان تیئس سال کی باتوں کو کوئی شخص ایک گھنٹہ، ایک ہفتہ، ایک دن، دو دن میں تو نہیں سنا سکتا۔ ہاں! ایک مجلس میں کسی ایک بات کو بیان کرسکتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دین کی بات چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو وہ اپنانے کے قابل ہے، جیسا کہ ایک کہنے والا کہتا ہے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

کہ میرا محبوب اس قدر حسین وجمیل ہے کہ سر سے لیکر پاؤں تک ہر عضو اس قابل ہے کہ اسے محبوب بنایا جائے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ دین کا بھی ہر حصہ اس قابل ہے کہ اس کو محبوب بنالیا جائے دین کے مختلف حصوں میں سے ایک حصہ عبادات کا ہے۔ آج صبح کی نماز کے بعد جمعہ کے خاص اعمال سنائے گئے تھے جن کے متعلق حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر ہر عمل پر ایک سال کے نفل روزوں کا ثواب ملتا ہے، کوئی شخص ایک سال تک مسلسل نماز پڑھتا رہے ایک سال تک روزہ رکھتا ہے تو کتنی مشقت ہوگی؟ اتنی بڑی فضیلت صرف چند اعمال پر حاصل ہوجاتی ہے، اول یہ کہ غسل کرے، یہ تو کرتے ہی ہیں سب لوگ۔

دوسرے یہ کہ اپنے پاس جو اچھے کپڑے ہوں وہ پہنے، آپ بتایئے کہ کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے تو پھٹیچر ہو کے جاتا ہے؟ یا جہاں تک ہوسکے اہتمام کے ساتھ تیاری کرتا ہے پھر جاتا ہے، مسجد تو سلطان السلاطین کا دربار ہے، ان کے دربار کی حاضری میں ظاہر ہے کہ کتنا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر کسی کو کسی تقریب میں جانا ہو تو کپڑے بدلتا ہے، صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے، مگر نماز جمعہ میں بہت سے لوگ دکانوں پر بیٹھے ہوتے ہیں ویسے ہی اٹھ کر چلدیتے ہیں نہ کپڑے بدلتے ہیں نہ تیاری کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ مسجد جلدی جائے۔ چوتھے یہ کہ مسجد پیدل جائے کوئی عذر ہو تو الگ بات ہے۔ پانچویں یہ کہ خوشبو لگائے یہ سوچ کر کہ میرے محبوب کا طریقہ ہے۔ چھٹے یہ کہ امام کے قریب بیٹھے، بہت سے لوگ اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ پہلی صف میں اللہ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔ رحمت پہلے امام پر پھر پہلی صف کی دائیں جانب والوں پر اور پھر بائیں جانب والوں پر پھر پچھلی صفوں میں بیٹھنے والوں پر اُترتی ہے۔ ساتویں یہ کہ کوئی لغو کام نہ کرے۔ لغو کا مطلب یہ ہے کہ جس سے نہ دنیا کا فائدہ نہ دین کا فائدہ۔ آٹھویں یہ کہ خطبہ غور سے سنے (روایت کیا اسکو امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے)

ملا علی قاریؒ نے ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں لکھا ہے کہ اس سے زیادہ فضیلت صحیح احادیث میں کسی اور عمل پر وارد نہیں ہوئی ہے۔ (ملا علی قاریؒ بہت بڑے محدث ہیں ان کی قبر جنت المعلیٰ میں ہے) بہر حال! پہلے زمانے میں لوگ جمعہ کی تیاری اس طرح سے کرتے تھے جیسے عید بقرعید کی تیاری کی جاتی ہے صبح ہوتے ہی نہانا دھونا شروع کردیتے تھے بچے جوان سب جمعہ کی تیاری میں مصروف ہوجاتے تھے۔

جمعہ کی تیاری جمعرات ہی سے کرنی چاہیے، مثلاً کپڑے دھونا، حجامت بنوانا، صابن لانا

وغیرہ، کوشش کریں کہ جمعہ کے دن صرف نہانا اور مسجد جانا رہ جائے اور کوئی کام باقی نہ رہے، سب کاموں سے جمعرات ہی کو فارغ ہو گئے ہوں۔

صاحبو! جمعہ عید المومنین ہے، اور اسکی بہت سی خصوصیات ہیں، ویسے تو سب ہی دن اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن جمعہ سید الایام ہے، اس کی زیادہ خصوصیت ہے، مثلاً کسی نماز کے لئے اذان ہو جائے تو اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو دس پانچ منٹ لیٹ لیں کوئی حرج نہیں، کوئی اور مباح کام کرلیں، کوئی حرج نہیں، کوئی گناہ نہیں، لیکن جمعہ کی اذان کے بعد علاوہ جمعہ کی تیاری کے اور کچھ نہیں کر سکتے کوئی مباح کام بھی نہیں کر سکتے۔ اسی سے جمعہ کی اہمیت کا اندازہ کر لیجئے۔

صاحبو!...... آج ہمارے گھر سے برکت ختم ہو گئی ہے، کیوں اس لئے کہ برکت والے اعمال نہیں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ گھر میں تلاوت کرنے سے اولاد میں برکت، مال میں برکت، تمام چیزوں میں برکت ہوتی ہے، خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ہمارے گھر آج کل قرآن کی تلاوت نہ ہونیکی وجہ سے قبرستان بنے ہوئے ہیں، بہت سی بیبیاں ایسی ہیں کہ ان کو ان کے سرپرست نے بچپن میں قرآن شریف پڑھادیا تھا، پھر شوہر کے گھر آئے سالوں گذر گئے، اولاد جیسی نعمت بھی مل گئی، لیکن قرآن شریف اٹھانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ شوہروں کا بھی حال یہ ہے کہ گھر میں جاتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ ناشتہ تیار ہے؟ لیکن یہ نہیں پوچھتے کہ آج تلاوت کی؟ یعنی روحانی ناشتہ ہوا یا نہیں؟

یہ بھی یاد رکھئے کہ برکت کے معنی یہ نہیں کہ ایک سو کے دو سو ہو جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑے سے پیسوں میں اللہ تعالیٰ بہت سے کام بنا دیتے ہیں، ورنہ باوجود تنخواہ زیادہ ہونیکے بھی اگر کچھ پیسہ مقدمہ میں خرچ ہو گئے کچھ بیماری میں خرچ ہو گئے ادھر ادھر فضولیات میں چلے گئے تو یہ بے برکتی ہے۔

آج کل کمائی کی کمی نہیں، پیسہ کی کمی نہیں صرف چین سکون کی کمی ہے، جس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہے۔ ایسا کیوں؟ اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعلیمات ہیں وہ ہمارے گھروں سے نکل رہی ہیں، پھر کیسے چین وسکون حاصل ہو سکتا ہے؟ پہلے زمانہ میں شوہر باہر سے تھک تھکا کر آتا تھا تو بیوی ایسے اخلاق سے پیش آتی تھی کہ اس کی ساری تکان دور ہو جاتی تھی۔ آج کل اگر شوہر کہیں سے آتا ہے تو بیوی ایسی بات بولدیتی ہے کہ پہلے سے تو تھک تھکا کر آیا ہی تھا اور پارہ چڑھ جاتا ہے، کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخلاق کی تعلیم دی وہ ہمارے اندر سے نکل رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" میں دنیا میں اس لئے بھیجا گیا تا کہ تمہارے اخلاق کو درست کروں۔ شوہر سوچے کہ ہماری طرف سے بیوی کے حق میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے۔ بیوی اگر ہمارے حق میں کوتاہی کرتی ہے تو کرے اس کا ہم کو آخرت میں اجر ملے گا۔ بیوی یہ سوچے کہ ہماری طرف سے شوہر کے حق میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے، شوہر اگر کوتاہی کرتا ہے تو کرے، ہم صبر کریں گے تو ہم کو اس کا اجر ملے گا۔ یہ طریقہ ہے گھروں میں برکت وسکون پیدا ہونے کا!

اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو حسن نیت حسن عمل اور حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

بسم اللہ تعالیٰ

اولاد کی تربیت میں والدین کا کردار

مورخہ ۱۳ر نومبر بعد مغرب مسجد النور میں ہفتہ واری دعوتی وتبلیغی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے عالم اسلام کی معزز وبزرگ شخصیت حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب مدظلہ خلیفہ قطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

دین کی باتیں مسلمانوں میں فکر وشعور کے بیدار کرنے کے لئے سنائی جاتی ہیں۔ ہر وقت نئی نئی باتیں اور نئے نئے مضامین سنانا مقصود نہیں ہوتا۔ البتہ دین کی وہ باتیں جن کی زیادہ ضرورت ہو انہیں بار بار سنانا چاہئے، بار بار سنانے سے نفع ضرور ہوتا ہے۔

اس وقت بھی چند اہم ضرورت کی باتوں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ انسان جب دنیا میں آیا ہے تو ایک دن اس کو یہاں سے جانا بھی ضروری ہے، جہاں جانا ہے اور جہاں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے، ظاہر ہے کہ وہاں کی فکر زیادہ کرنا ہوگا۔ حضرت رابعہ بصریہؒ جو بہت بزرگ خاتون تھیں، جب عبادت کیا کرتی تھیں تو اپنا کفن اپنے سامنے رکھ لیا کرتی تھیں تاکہ دنیا کی مستی ختم ہوجائے اور سستی دور ہوجائے، اس لئے کہ سست آدمی نہ دنیا میں ترقی کرسکتا ہے اور نہ دین میں اور نہ ہی آخرت کی ترقی حاصل کرسکتا ہے۔ سستی وکاہلی سے دین کا بھی ضرر ہے اور دنیا کا بھی نقصان۔

ماں باپ کو اپنی اولاد کی تربیت میں بھی سستی نہیں کرنی چاہیے اولاد کی تربیت ماں باپ کی ذمہ داری ہے، تربیت کا وقت کیا ہے؟ ایک عقلمند خاتون لکھتی ہیں کہ اولاد کی تربیت کرنے

کے لئے چھ سال کی عمر تک بہترین موقعہ ہے۔ چھ سال بعد بچہ تربیت کے اثر سے نکل جاتا ہے، امام غزالیؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ لیکن آج کل ماں باپ ۵/۷ سال تک تو بچے کو کچھ کہنا ہی نہیں چاہتے بلکہ آج کل اس عمر کے بچے مثلاً اگر جھوٹ بولتے ہیں، گالی دیتے ہیں، یا کسی کو مارتے ہیں، تو ماں باپ خوش ہوتے ہیں، ہنستے ہیں، جس سے بچہ کی جرأت وشرارت اور بڑھ جاتی ہے، جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے شرارت بھی بڑھتی جاتی ہے، اس لئے یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ بچوں کی تربیت ۸۔۱۰ سال کے بعد نہیں کی جاتی، بلکہ بچہ کی پیدائش سے ہی اچھی تربیت اور اچھے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش شروع کردینی چاہیے، یہ تو تربیت کا وقت تھا۔ تربیت کا مقام کیا ہے؟ اولاد کی تعلیم وتربیت کے لئے دو مدرسہ ہوتے ہیں ایک مدرسہ ماں کی گود ہے، جہاں اس کی تربیت ہوتی ہے، یہاں معلمہ مربیہ خود اس کی ماں ہوتی ہے، اور یہی بچہ کا پہلا مدرسہ ہے، اس مدرسہ میں جیسی تربیت ہوگی اسی طرح کے اثرات بعد کی زندگی میں مرتب ہوتے چلے جاتے ہیں، اور دوسرا مدرسہ درودیوار کا مروجہ مدرسہ ہے، جہاں اس کا مربی معلم اور استاد ہوتا ہے۔ حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی والدہ ان کو بچپن ہی میں خوب نصیحت کیا کرتی تھیں کہ بیٹا جھوٹ کبھی نہ بولو، جھوٹ دل کو سیاہ کرتا ہے، جھوٹ آدمی کو تباہ کردیتا ہے۔ چنانچہ ان کی بہتر تربیت کا ہی نتیجہ ہوا کہ آپ پیرانِ پیر اور غوثِ اعظم بنے، پہلے زمانہ میں ماں باپ بچوں کے ہاتھ میں پیسہ دے کر صدقہ کروادیا کرتے تھے تاکہ ان کے دل سے مال کی محبت نکلے، بخل کی عادت نہ ہو، اور غریبوں کی ہمدردی کا مزاج بنے، اسی طرح بچپن ہی سے نمازوں کا شوق وذوق ان کے اندر پیدا کرتے تھے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہوجائے تو اسے نماز

پڑھنے کو کہا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اس کی تنبیہ کی جائے۔ حدیث میں ہے "واضربوهم اذا بلغوا عشرا" ماؤں کو چاہیے کہ بچوں کی تربیت کی فکر حمل کے زمانہ ہی سے کرتے رہیں۔ میں نے ایک واقعہ کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک صاحب اپنے بچہ کو لے کر بازار گئے، بچہ نے کسی دکان سے کوئی چیز چرالی ان کو بہت غصہ آیا اور گھر آ کر بچہ کی پٹائی کرنے لگے تو بیوی نے کہا کہ اسکی پٹائی مت کیجئے، مجھے سزا دیجئے کیونکہ قصور اس کا نہیں میرا ہے، شوہر کہنے لگے وہ کیسے؟ کہا جب یہ پیٹ میں تھا تو اس وقت میں نے پڑوس کے گھر کے جھاڑ سے بغیر اجازت بیر توڑ کر کھالیا تھا، جس کے اثر سے بچہ میں بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کی عادت پڑگئی، لہذا قصور تو میرا ہے۔ اولاد کو بھی چاہیے کہ ماں باپ کو اللہ تعالٰی کی نعمت اور رحمت سمجھیں، ان کی خوب خدمت کریں آدمی بڑوں کی خدمت کرتے کرتے مخدوم بن جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ماں باپ کو شفقت ومحبت کی نظر سے دیکھنے پر ایک مقبول نفلی حج کا ثواب ملتا ہے۔ آج کتنے ماں باپ ایسے ہیں کہ ان کو اپنی اولاد سے شکایت ہے کہ اولاد کہنا نہیں مانتی، دوستوں اور یاروں کی بات تو سنتی ہے مگر ماں باپ کی بات نہیں سنتی، دوستوں اور یاروں کے کہے پر تو چلتی ہے، ماں باپ کے کہے پر نہیں چلتی۔ میرے دوستو! صرف شکایتوں سے کیا ہوتا ہے؟ یہ بھی تو دیکھو کہ آپ نے اس تربیت کی تھی یا نہیں کی تھی؟ اس لئے ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی فکر کریں، اور اولاد کو چاہیے کہ وہ اپنے ماں باپ کو نعمت اور رحمت سمجھ کر ان کی خدمت کو اپنی سعادت جانیں۔

اسی طرح ایک کوتاہی یہ ہے کہ آج گھروں سے قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام ختم ہوتا جارہا ہے۔ پہلے زمانہ میں گھروں سے قرآن پاک کے تلاوت کی آواز آتی تھی، ذکر اللہ کی

آواز آتی تھی، درود شریف کی آواز آتی تھی۔ آج ہم مسلمانوں کے گھروں سے گانے باجے کی آوازیں آرہی ہیں، ٹی وی اور ریڈیو کی آوازیں آرہی ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری وقت میں فرمایا تھا کہ دیکھو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک کتاب اللہ، دوسرے سنت رسول اللہ، ان کو خوب مضبوطی کے ساتھ تھامے اور پکڑے رہنا۔ آج شہروں میں قرآن پاک سیکھنے کے آسان طریقے اور موقعے موجود ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے خواہ مرد ہو یا عورت کہ قرآن پاک سیکھے اور قرآن پاک پڑھے، روزانہ تلاوت کا اہتمام کرے چاہے تین ہی منٹ ہو۔ علم حاصل کرنے کی کوئی عمر اور حد نہیں ہے۔ جھولے اور گہوارے سے لیکر موت تک علم سیکھا جاسکتا ہے۔ لہذا نوجوان حضرات ہوں یا بڑے بوڑھے حضرات! اگر قرآن پاک پڑھنا نہ سیکھے ہوں تو اب سیکھ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے "اشراف" یعنی اچھے لوگ وہ ہیں جو قرآن پڑھنے والے ہیں۔ دیکھئے قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشراف امت فرمارہے ہیں، لیکن آج دنیا ایسے لوگوں کو حقیر سمجھتی ہے۔

دین کو معمولی نہ سمجھیں، بلکہ دین کی کسی ایک بات کو بھی معمولی ہرگز نہ سمجھیں۔ ہمارے دین کی تین خصوصیتیں ہیں: ا۔ دین اسلام اکمل دین ہے یعنی اس سے زیادہ کامل دین مکمل دین کوئی نہیں۔ ۲۔ دینِ اسلام اجمل دین ہے یعنی اس سے زیادہ خوبصورت اور اچھا کوئی دین نہیں ہے۔ ۳۔ دینِ اسلام اسہل دین ہے۔ یعنی اس سے زیادہ سہولت اور آسانی کسی دین میں نہیں ہے۔ اسلئے دین کی ایک ایک بات کو اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو معلوم کریں اور اس کی قدر کریں اور اس پر عمل کریں۔

ایک کوتاہی پردہ کے سلسلہ میں ہورہی ہے، پردہ شرعی بہت ضروری ہے آج کل لوگ

شرعی پردہ نہیں کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے مختلف فتنوں میں مبتلاء ہو رہے ہیں۔ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ خاتون ایک مرتبہ محل میں بیٹھے بال میں کنگھا کر رہی تھیں، ایک خادم بلا آواز دئے اندر چلا گیا، جونہی جھلک پڑی فوراً واپس ہو گیا۔ زبیدہ اس کی اس بے فکری پر بہت خفا ہوئیں خادم کو بلا کر ڈانٹا اور پوچھا کہ تیری نظر میرے بالوں پر تو نہیں پڑی؟ اس نے کہا ممکن ہے اچٹتی ہوئی کوئی نظر پڑ گئی ہو، زبیدہ نے قینچی منگا کر بالوں کے جس حصہ پر شبہ ہو سکتا تھا کہ نظر پڑی ہو اسکو کاٹ ڈالا اور کہا کہ ''وہ بال جس پر نامحرم کی نظر پڑے وہ بال نہیں، وبال جان ہے'' آج کل جہاں دو چار پیسے آگئے یا دو چار حروف علم آ گیا تو ہماری ماں بہنیں پردہ سے باہر ہو جاتی ہیں۔ سر سے اوڑھنی اُڑ جاتی ہے۔ لباس ایسا ناقص ہو جاتا ہے کہ آدھا بدن کے قریب کھلا رہتا لگتا ہے یا ایسا خفیف اور تنگ ہو جاتا ہے کہ اعضاء کی ساخت ظاہر ہونے لگتی ہے ایسا لباس شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

اب میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے متعلق چند سنتیں بتلاتا ہوں غور سے سنئے اور ان پر عمل کیجئے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شام ہونے لگے تو اپنے چھوٹے بچوں کو گھر کے اندر کر لیا کرو، باہر نکلنے مت دو، کیونکہ شام کے وقت میں شیطان کا لشکر پھیلتا ہے ایسے وقت بچے باہر نکلیں گے تو شیطانی برے اثرات سے متاثر ہو جائیں گے۔ آج عورتیں اس حکم اور سنت پر عمل نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے کیسی کیسی پریشانیاں اٹھاتی ہیں۔ بچے بیمار ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹروں کے پاس لیجاتے ہیں، دو چار دنوں میں صحت نہیں ہوتی تو عاملوں کے پیچھے دوڑتے ہیں، وہ حضرات جو کچھ کہہ دیتے ہیں اس کا یقین کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض دفعہ قطع رحمی تک کی نوبت آجاتی ہے۔

(۲) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عشاء کی نماز پڑھ لو تو اپنے

گھر کا دروازہ بند کر لو، فضول باتیں مت کرو اور جلد سونے کی فکر کرو، ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کر دیکھ لے کہ اس سنت پر اس کا کس قدر اہتمام ہو رہا ہے؟ اور جب آدمی رات دیر تک جاگے گا تو فضول باتیں کرے گا اور ٹی وی وغیرہ دیکھتا رہے گا تو اس کا اثر صحت اور اعضائے رئیسہ پر ضرور پڑے گا۔

(۳) اسی طرح آپ ؐ نے فرمایا کہ جب آدمی سونے لگے تو قرآن پاک کی سورتوں کو جس قدر ہو سکے پڑھ لیا کرے، سورہ ملک پڑھ لیا کرے، معوذتین پڑھ لینے کا اہتمام کرے، سورۂ الم سجدہ پڑھ لیا کرے اسی طرح صبح کو اٹھ کر سورہ یٰس پڑھ لیا کرے، آج لوگ سورہ یٰس کو مرنے والوں کے ساتھ خاص کر دیئے ہیں، جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ سورۂ یٰس میرے امت کے ہر فرد کے دل میں ہو اور یہ کہ جو شخص اس کو شروع دن میں پڑھ لے تو اسکے لئے دن بھر کے کاموں میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) اسی طرح ایک سنت یہ ہے کہ باوضو سونے کا اہتمام کرلے، بعضے حضرات آج بھی دن رات باوضو رہنے کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن ہم دین کی کتابیں اور حدیث کی کتابیں بھی باوضو نہیں پڑھتے۔ امام بخاریؒ نے ہر حدیث وضو سے لکھی ہے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اور ان کے ایک ساتھی حدیث پڑھتے وقت یہ معاہدہ کر لئے تھے کہ کوئی حدیث بغیر وضو نہیں پڑھیں گے، ان حضرات نے تمام کتابوں کی تمام حدیثیں باوضو پڑھی ہیں۔ آج باوضو رہنے کا اہتمام بالکل ختم ہوتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کی برکات سے محرومی ہو رہی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو مومن کے لئے ہتھیار ہے، یعنی جس طرح آدمی ہتھیار کے ذریعہ دشمن کے وار سے بچتا ہے اسی طرح مومن باوضو رہ کر شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۵) اسی طرح ایک سنت یہ بھی ہے کہ جب گھر میں داخل ہوتو سلام کر کے داخل ہوں۔ آج کتنے مسلمان اس سنت پر عمل کر رہے ہیں؟ سلام کر کے گھر میں داخل ہونے کا اہتمام کرنے سے گھر میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ آج خیر و برکت کے لئے دنیا طلبگار ہے۔ لیکن خیر و برکت کے اعمال و اسباب نہیں اختیار کئے جاتے ہیں۔

اب میں دور حاضر کے بعض بڑے بڑے گناہ سناتا ہوں جن کو ترک کئے بغیر اور جن سے توبہ کئے بغیر دوزخ سے نجات مشکل ہے۔

ا۔ سفلی عمل کرنا اور کروانا۔ ۲۔ غیر شرعی تعویذ گنڈے کرنا۔ ۳۔ غیر شرعی کاموں کیلئے منت مانگنا۔ ۴۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ ۵۔ مردوں کا ٹخنوں کے نیچے پاجامہ، لنگی پتلون وغیرہ پہننا۔ مردوں کے لئے ٹخنوں کا ڈھانکنا حرام ہے اور عورتوں کے لئے ٹخنے کھلے رکھنا منع ہے۔ ۶۔ نامحرم مردوں اور عورتوں کا بے محابا ملنا جلنا۔ ۷۔ لغو تفریحات میں وقت ضائع کرنا۔ ۸۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن میں فواحشات وشہوانی اور حیا سوز مضامین اور راگ راگنی کا دیکھنا اور سننا۔ ۹۔ سینما دیکھنا۔ ۱۰۔ جوا کھیلنا۔ ۱۱۔ عورتوں کا بے پردہ رہنا، کھلے سر رہنا۔ ۱۲۔ گلا بازو پیٹھ کھلا رکھنا، باریک لباس پہننا۔ ۱۳۔ شوہر کی امانت میں خیانت کرنا۔ ۱۴۔ دفاتر میں نامحرموں کے ساتھ کام کرنا۔ ۱۵۔ بے پردہ بازاروں میں جانا۔ ۱۶۔ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کا مخلوط تعلیم حاصل کرنا۔ ۱۷۔ رشوت لینا دینا۔ ۱۸۔ سود لینا دینا۔ ۱۹۔ غیبت کرنا یا سننا۔ ۲۰۔ جاندار تصاویر کا رکھنا۔ ۲۱۔ شوقیہ کتا پالنا۔ ۲۲۔ تقاریب (شادی وغیرہ) میں نمائش وزیبائش کے لئے روپیہ صرف کرنا جو اسراف و تبذیر ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

اب دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کہی اور سنی گئی باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)